سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز
حفظہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: محمد منیر صاحب قمر سیالکوٹی ناظم اعلیٰ
جماعت اہل حدیث متحدہ عرب امارات

دعوت الی اللہ اور داعی کے اوصاف

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ولا عدوان الا علی الظالمین و اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریك لہٗ، الٰہ الاوّلین والاٰخرین وقیوم السمٰوات والارض واشھد انّ محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ وخلیلہٗ و امینہٗ علی وحیہ ارسلہٗ الی الناس کآفّۃً بشیرًا و نذیرًا و داعیًا الی اللّٰہ باذنہٖ وسراجًا منیرًا، صلی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ واصحابہٖ الذین ساروا علی طریقتہٖ فی الدعوۃ الی سبیلہٖ وصبروا علی ذٰلك وجاھدوا فیہ حتّی اظھر اللّٰہ بھم دینہٗ واعلی کلمتہٗ ولو کرہ المشرکون وسلم تسلیماً کثیرًا —— امّا بعد :

بے شک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے جن و انس کو اس لیے پیدا فرمایا کہ وہ اس یکتہ و تنہا ذاتِ خدا کی عبادت کریں جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے امر و نہی کی تعظیم کریں اور اس کے اسماء و صفات کو پہچانیں، جیسا کہ اللہ عزّ وجل کا ارشاد ہے :

" یَا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ " (البقرہ : ۲۱)

" اے لوگو، اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ۔"

اور فرمانِ الٰہی ہے :

"اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔"

"اللہ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان اور ایسے ہی زمین سے (سات زمینیں) بنائیں۔ ان کے مابین حکم اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

نیز فرمایا:

"وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔" (الطلاق: ۱۲)

"اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔"

ان آیات میں اللہ پاک نے واضح فرما دیا ہے کہ اس نے مخلوقات کو اس لیے پیدا فرمایا تاکہ اس کی عبادت وتعظیم کی جائے اور اس کے اوامر ونواہی کی اطاعت ہو۔ کیوں کہ عبادت دراصل اس ذاتِ باری تعالیٰ کی توحید واطاعت اور اس کے اوامر ونواہی کی تعظیم ہی کا دوسرا نام ہے۔ اور اللہ رب العزت نے یہ بھی بیان فرما دیا ہے کہ اس نے ارض وسماء اور ان کی پہنائیوں کی تمام مخلوقات کو اس لیے تخلیق فرمایا ہے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ ہر چیز پر قادرِ مطلق ہے اور اس کا علم ہر شئ پر محیط ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مخلوقات کی تخلیق وایجاد کی ایک حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات اسماء وصفات کے ساتھ پہچانی جائے۔ اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ جل وعلا ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اور ان مخلوقات کی ایجاد وتخلیق میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں، اس کی تعظیم وتقدیس بیان کریں اور اس کی عظمت وبزرگی کے سامنے فروتنی وانکساری اور عاجزی اختیار کریں، جب کہ عبادت نام ہی اللہ جل شانہ کے سامنے خشوع وخضوع اور عاجزی وخاکساری اپنانے کا ہے، اور جن احکام واوامر کو بجالانے اور جن ممنوعات ونواہی کو ترک کرنے پر مبنی وظائف واعمال کا اللہ تعالیٰ نے جنّ وبشر کو حکم فرمایا ہے ان کا نام عبادت صرف اسی لیے رکھا گیا ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے سامنے خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری کے ساتھ بجالائے جاتے ہیں۔

دعوت الی اللہ کا نقطۂ آغاز:

یہ بات اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جنّ وبشر کی عقلوں کے لیے یہ ممکن نہیں

تھا کہ وہ بذاتِ خود عبادت کی تمام تر تفصیلات کو معلوم کر سکیں۔ اور یہ بات بھی اُن کی عقول کے لیے خارج از امکان تھی کہ وہ اوامر و نواہی میں سے تفصیلی احکام اور جزئیات کی تہہ کو پہنچ سکیں۔ لہٰذا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انبیاء و رسلؑ کے سلسلہ کا آغاز فرمایا اور کتابیں نازل فرمائیں تاکہ وہ لوگوں پر اُس امر کو بیان کریں اور توضیح وتفصیل سمجھائیں جو کائنات کی تخلیق کا باعث ہوا تاکہ وہ علیٰ وجہ البصیرت اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور ان امور سے باز رہیں جن سے انہیں روکا گیا ہے۔ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام خلقِ خدا کے ہادی ائمہ ہدایت اور ثقلین (جنّ و انس) کو اللہ کی اطاعت و عبادت کی دعوت دینے والے ہیں۔ اللہ پاک نے رسول بھیج کر اپنے بندوں کو عزت وتکریم بخشی اور ان پر رحمت فرمائی۔ اور ان کے ہاتھوں جادۂ حق اور صراطِ مستقیم کی وضاحت فرمائی تاکہ لوگ اپنے امور دین و دنیا میں روشن دلائل معلوم کر لیں اور کل کلاں کو کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اللہ نے ہم سے کیا مطالبہ کیا؟ کیوں کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے اور ڈرانے والا (نبی و رسول) تو آیا ہی نہیں، لہٰذا اللہ پاک نے انبیاء و رسل بھیج کر اور کتب سماویہ نازل فرما کر حجت قائم فرما دی اور ان کا عذر ختم کر دیا جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے:

"وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ" (النحل: ۳۶)

"ہم نے ہر امت میں ایک ایک رسول بھیجا (جو دعوت دیتا تھا) کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت (معبودان باطلہ) کی پرستش سے اجتناب کرو"

اور ارشادِ ربّانی ہے:

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ" (الانبیاء: ۲۵)

"ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا، سوائے اس کے کہ اس کی طرف یہی پیغام دیا کہ میرے (اللہ) کے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو"

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ" ! (الحدید ۲۵)

"ہم نے اپنے پیغمبروں کو ظاہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (قواعد عدل) اتارے تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم رہیں۔"

"كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ" (البقرۃ : ۲۱۳)

ان آیات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے رسول بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کے مابین حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کریں۔ اور ان کے ہاں توحید باری تعالیٰ، شریعتِ الٰہیہ اور عقائد میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں، ان کی وضاحت کریں۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد "كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً" لوگ ایک امت تھے۔ کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب حق پر تھے اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے عہدِ حیات سے لے کر آدمِ ثانی حضرت نوح علیہ السلام تک اُن میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ بلکہ وہ سب راہِ ہدایت پر تھے جیسا کہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سلف و خلف کی ایک جماعت کا قول ہے۔ پھر قوم نوح علیہ السلام میں شرک واقع ہوا، وہ باہمی اختلاف کا شکار ہو گئے اور ان پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق واجب تھے ان کے متعلق بھی ان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ جب ان میں شرک اور اختلاف نے راہ پائی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر ان کی طرف بھیجا۔ اور ان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ جیسا کہ ارشادِ ربّ العزت ہے:

"إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ" (النساء : ۱۶۳)

"ہم نے (اے نبیؐ) آپ کی طرف وحی کی جیسا کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے انبیاءؑ کی طرف وحی کی تھی۔"

اور ارشاد ربانی ہے :

"وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ" (النحل : ۶۴)

"ہم نے نہیں اتاری آپ کی طرف یہ کتاب، سوائے اس کے کہ آپؐ ان کے مختلف فیہ امور میں وضاحت کریں اور یہ ایمان والی قوم کے لیے رحمت ہے"

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کتابِ مقدس نازل فرمائی تاکہ وہ لوگوں کے مابین پائے جانے والے اختلافات میں حکم الٰہی بیان کرے اور وہ لوگ جن امورِ جہالت میں مبتلا ہیں ان کے متعلق شریعتِ الٰہیہ کے احکام بتائے اور لوگوں کو شریعت کے التزام اور حدود اللہ کے قیام کا حکم دے۔ اور وہ امور جو ان کے حق میں فی الوقت یا بدیہہ مضرت رساں ہیں ان سے انہیں روکے۔

اس سلسلۂ انبیاء ورسل کی آخری کڑی، جو اپنے ماسبق تمام انبیاء ورسل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے افضل، ان کے امام وسردار، ہمارے نبی وامام اور آقا حضرت محمد بن عبداللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، جن پہ آکر اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو ختم کر دیا۔

دعوت میں ایذائیں اور صبر واستقلال :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام لوگوں کو پہنچایا، امانتِ الٰہیہ کو ادا کیا، امت سے خیر خواہی کی، لوگوں کو اللہ کی توحید سکھلانے کے لیے بھرپور کوشش کر کے جہاد کا حق ادا کر دیا، لوگوں کو اللہ کی طرف خفیہ وعلانیہ دعوت دی اور اللہ کی راہ میں شدید اذیتیں برداشت کیں مگر صبر واستقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ جیسا کہ آپؐ سے پہلے رسولوں نے صبر وضبط سے کام لیا تھا (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور آپؐ نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا جیسا کہ پہلے رسولوں نے پہنچایا تھا۔ لیکن آپؐ سب سے زیادہ ستائے گئے اور ایذائیں پہنچائے گئے۔ آپؐ نے سب سے زیادہ صبر وہمت کا مظاہرہ کیا اور بارِ رسالت کو پہلے تمام رسولوں کی نسبت زیادہ حسن وخوبی سے اٹھایا۔ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

آپؐ نے تیئیس ۲۳ سال پیغمبرانہ زندگی گزاری جس میں آپؐ پیغام الٰہی کو لوگوں تک

پہنچاتے، لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے اور بلاتے رہے اور احکام الٰہی کی نشر و اشاعت میں لگے رہے۔ اس تیئیس[۲۳] سالہ عہدِ رسالت کے ابتدائی تیرہ[۱۳] سال توام القریٰ (مکۃ المکرمہ) میں دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیا۔ جو پہلے خفیہ طور پر ہوا، پھر کھلم کھلا اور ببانگِ دُھل اعلانِ حق فرمانے لگے۔ تب اذیتیں پہنچائے گئے۔ مگر آپؐ نے لوگوں کی ایذاؤں پر صبر کیا اور میدان دعوت میں آپؐ کے پائے ثبات میں سرِ مو لرزش نہ نہ آئی۔

وہ لوگ آپؐ کی صدق کلامی اور دیانت داری کے معترف اور آپؐ کی ذاتی فضیلت، عالی حسب و نسب اور خاندانی مقام و منزلت کے واقف اور قائل تھے مگر سرداران قبائل کو سرداری و سربراہی کی ہوس، آتش حسد اور بغض و عناد لے ڈوبے۔ اور عوام الناس کی طرف سے ایذاء رسانی کا سبب ان کی جہالت و ضلالت اور اپنے سرداروں کی تقلید تھی۔ اکابر نے آپؐ کی دعوت کا انکار اپنی سرداری پر فخر و تکبر اور آپؐ سے حسد کی بناء پر کیا اور عوام نے ان کی تقلید و پیروی کی اور آپؐ سے دشمنی و برائی کرنے پر اتر آئے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سخت تکلیفیں اور شدید اذیتیں پہنچائے گئے۔

اکابرین سرایاں۔ نے حق کو پہچان تو لیا مگر عناد کی وجہ سے اطاعت نہ کی۔ اس حقیقت پر یہ ارشاد الٰہی دال ہے:

" قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ " (الانعام: ۳۳)

" ہم جانتے ہیں کہ اُن کی باتیں آپ کو غمگین کرتی ہیں، وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ ظالم تو اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔"

یہاں اللہ پاک نے واضح فرمادیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہیں کرتے تھے بلکہ در باطن وہ آپؐ کی صداقت و صفائی کے معترف اور آپؐ کی امانت و دیانت سے واقف تھے۔ یہاں تک کہ نزول وحی سے قبل وہ خود آپؐ کو "امین" کے نام سے پکارا کرتے تھے، مگر انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ساتھ حسد و بغاوت کی بناء پر حق کا انکار کیا۔

آپؐ نے اس بات کو درخور اعتناء نہ سمجھا بلکہ پورے حوصلہ استقامت کے ساتھ

رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنے مشن میں لگے رہے۔ لوگوں کو اللہ جلّ وعلا کی طرف مسلسل بلاتے رہے اور ان کی اذیتوں پر صبر و ہمت سے کام لیا۔ دعوت کے لیے پیہم کوشاں رہے، ایذاؤں سے بچنے، برداشت کرتے اور حسب الامکان ایذا رساں دشمنوں کو معاف کرتے رہے۔ یہاں تک کہ معاملہ انتہائی شدت اختیار کر گیا اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مدینہ منورہ کی طرف نکل جانے کا حکم دے دیا۔ تو نبی علیہ السلام ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ یوں مدینہ منورہ اسلام کا پہلا " دارالخلافہ" بن گیا۔ وہاں اللہ کے دین کو غلبہ حاصل ہوا اور مسلمانوں کی قوت و حکومت وجود میں آگئی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعوت کو مسلسل جاری رکھا اور حق کی وضاحت کرتے رہے اور جہاد بالسیف بھی شروع کر دیا۔ مختلف رؤساء قبائل اور سرداروں کی طرف قاصد بھیجے جو لوگوں کو خیر و ہدایت کی طرف دعوت دیتے اور انہیں اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا پتہ دیتے۔ آپؐ نے مختلف اطراف میں متعدد چھوٹے لشکر روانہ کیے اور مشہور و معروف غزوات اور جنگیں بھی کیں۔ یہاں تک کہ آپؐ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ عطا فرمایا۔ آپؐ کے ذریعے ہی اس نے اپنے دین کو مکمل دیا اور آپؐ کی امت پر اپنی نعمت کی تکمیل کی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ہاتھوں دین کی تکمیل کر لی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شریعتِ غراء کو نبی امت تک پہنچا دیا تو آپؐ وفات پا گئے صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ۔

دعوت الی اللہ ——— دورِ صحابہؓ میں :

رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ بارِ امانت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اٹھایا۔ وہ بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلے۔ اللہ جل جلالہٗ کا نام لیا اور پورے کرۂ ارض پر پھیل گئے۔ درآں حالیکہ وہ حق کے داعی اور اللہ کی راہ کے مجاہد تھے اور دعوت الی اللہ کے معاملہ میں کسی لومۃ لائم سے خوفزدہ نہ ہوتے تھے۔

"یُبَلِّغُوْنَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا

اللّٰہَ ؕ" (الاحزاب : ۳۹)

"وہ اللہ کا پیغام لوگوں کو پہنچاتے اور اس سے ڈرتے رہتے تھے اور اللہ جل و علا کے سوا وہ کسی سے نہ ڈرتے تھے۔"

وہ غازی و مجاہدین، ہدایت یافتہ داعیانِ الی اللہ اور صالحین مصلحین بن کر چار دانگِ عالم میں منتشر ہو گئے۔ اللہ کے دین کو پھیلاتے اور لوگوں کو شریعتِ الٰہی کی تعلیم دیتے گئے۔ لوگوں کو وہ عقیدہ سکھلاتے جو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو دے کر مبعوث فرمایا تھا۔ یہ عقیدہ ہے، اللہ وحدہٗ لاشریک کی مخلصانہ عبادت اور اس کے سوا تمام اشجار و احجار اور اصنام وغیرہ معبودانِ باطلہ کی عبادت کو چھوڑ دینا۔ اور یہ کہ خدائے واحد کے سوا کسی کو پکارا نہ جائے، نہ اس کے سوا کسی سے مدد طلب کی جائے۔ نہ اس کی شریعت کے سوا کسی خود ساختہ شریعت کو حکم قرار دیا جائے، نہ خدا کے سوا کسی کے لیے نماز پڑھی جائے اور نہ ہی اس کے سوا کسی کے نام کی نذر مانی جائے۔ ایسے ہی عبادت کی کوئی بھی قسم اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہ بجالائے۔

صحابہ کرام رضؓ نے لوگوں پر یہ بھی واضح فرمایا کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اور اور اس سلسلہ میں نازل شدہ قرآنی آیات بھی لوگوں کو سنائیں جیسے ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ؕ" (البقرۃ : ۲۱)

"اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا فرمایا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"

"وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ؕ" (الاسرا : ۲۳)

"اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت مت کرو۔"

"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ؕ" (الفاتحۃ : ۵)

"ہم تیری ہی عبادت کرتے اور صرف تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔"

"فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ؕ" (الجن : ۱۸)

"اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو مت پکارو۔"

" قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ "
(الانعام : ۱۶۳)

" کہہ دیجئے کہ میری نماز، دیگر عبادتیں اور موت و حیات، اللہ رب العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں "

راہِ دعوت و تبلیغ میں پہنچنے والی ایذاؤں پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صبرِ عظیم کا مظاہرہ کیا اور اللہ کی راہ میں شدید اور طویل جہاد کیا۔ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین !

دعوت الی اللہ۔ دورِ تابعین و تبع تابعین میں :

اس میدانِ دعوت وارشاد میں پیغمبرِ اسلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقشِ قدم پر ہی عرب و غیر عرب سے ائمہ ہدایت تابعین اور تبع تابعین بھی چلے دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری انہوں نے اٹھالی۔ اس بارِ امانت کو اٹھانے کے بعد انہوں نے اس کی ادائیگی کا حق ادا کر دیا۔ جہاد فی سبیل اللہ میں صدق، صبر اور اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر اس شخص سے قتال کیا جو اللہ کے دین سے مرتد ہو گیا اور لوگوں کو بھی اس کی راہ ــــ جادۂ حق ــــ سے روکا۔ اور وہ ذمّی جن پر اسلام نے جزیہ فرض کیا انہوں نے جب وہ ادا نہ کیا تو ان سے بھی جنگ و جہاد کیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حاملینِ دعوت اور ائمہ ہدایت تھے۔ تابعین تبع تابعین اور تمام ائمہ ہدایت اس راہ پر بالکل اسی طرح گامزن رہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں مذکور ہے صبر آزما مرحلوں سے حوصلہ و ہمت کے ساتھ گزرتے گئے، حتیٰ کہ اللہ کا دین پھیلتا چلا گیا اور اس کا کلمہ بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔ یہ کام صحابہ کرام، ان کے اہل علم داعیان اور عرب و عجم کے تابعین عظام کے ہاتھوں ہوا۔ جن میں سے کوئی تو اس جزیرۂ عرب کے شمال سے تھا تو کوئی اس کے جنوب سے۔ اس جزیرہ عرب کے علاوہ پورے عالم کے کونے کونے سے وہ تمام لوگ اس کام میں شامل ہوئے جن کی قسمت میں خدا نے یہ

سعادت لکھی ہوئی تھی۔ وہ تمام صاحب سعادت اور بیدار بخت لوگ اللہ کے دین میں داخل ہوئے۔ دعوت وارشاد کے کام میں شریک ہوئے۔ انہوں نے جہاد کیا اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات اور بلاخیز مصائب پر صبر کیا۔ ان کے صبر وہمت، ایمان وایقان اور جہاد فی سبیل اللہ کی بدولت پوری دنیا کی سیادت وقیادت نے ان کے قدم چومے۔ ان کے حق میں نبی اسرائیل کے بارے میں مذکور یہ ارشادِ حقیقت صادق آیا:

"وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ" (السجدۃ: ۲۴)

"اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے۔ وہ ہمارے حکم کے ساتھ ہدایت کرتے تھے جب انہوں نے صبر کیا۔ اور وہ ہماری نشانیوں پر یقین رکھتے تھے۔"

یہ آیت اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے لوگوں پر صادق آتی ہے۔ وہ سب أئمہ و ہادیانِ دین اور داعیانِ حق بن گئے اور ایسے اکابرین کی شکل میں دنیا کے سامنے آئے کہ ان کے صبر ویقین کی وجہ سے اُن کی اقتداء واطاعت کی جاتی ہے۔ بلاشبہ صبر ویقین کی بدولت تم بھی دین میں امامت وپیشوائی کے بلند مرتبہ پر فائز ہو سکتے ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور موجودہ دور تک آپؐ کی پرخلوص اطاعت کرنے والے لوگ ائمہ وپیشوا، ہادی وراہنما اور راہِ حق کے قائد ہیں۔ اس سے ہر جویائے علم پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ دعوت الی اللہ نہایت اہم کام ہے اور امت اسلامیہ ہر زمانہ اور ہر مقام پر اس کی محتاج ہے بلکہ بالتخصیص زمان ومکان اسے دعوت کی شدید ضرورت ہے۔

دعوت الی اللہ عزوجل سے متعلقہ کلام کو درج ذیل امور میں تقسیم کرکے بیان کیا جاسکتا ہے۔

اوّل: دعوت الی اللہ کی شرعی حیثیت اور فضیلت۔
دوم: دعوت کی کیفیتِ ادا اور اس کا اسلوب۔
سوم: اُس امر کا بیان جس کی طرف دعوت دی جائے۔
چہارم: ان صفات واخلاق کا بیان جن سے متصف ہونا ایک داعی کے

لیے ازبس ضروری ہے۔

اب ہم اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اُسی پر بھروسہ کر کے ان چاروں امور کی تفصیل بیان کرتے ہیں جب کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہی مُعین و مددگار اور اپنے بندوں کو توفیق بخشنے والا ہے۔

دعوت الی اللہ کی شرعی حیثیت :

عملِ دعوت وارشاد کے حکم اور اس کی شرعی حیثیت پر کتاب وسنت کے دلائل شاہد ہیں کہ واجب اور فرائض میں سے ہے اس کے دلائل بکثرت ہیں جن میں سے ایک یہ ارشاد الٰہی ہے :

"وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝" (آلِ عمران : ۱۰۴)

"تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو بھلائی کی طرف دعوت دے اور اچھے کاموں کا حکم کرے اور بُرے کاموں سے روکے اور وہی کامیابی پانے والے ہیں"

اور ارشاد ربانی ہے :

"اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ" (النحل : ۱۲۵)

"راہِ خدا کی طرف حکمت اور نیک نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور بہتر چیز کے ساتھ ان سے جھگڑا کرو۔"

"وَادْعُ إِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" (القصص : ۸۷)

"اپنے رب کی طرف دعوت دے اور مشرکین میں سے مت ہو"

ان دلائل میں سے ہی یہ فرمانِ رب العزت بھی ہے :

"قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ أَدْعُوْا إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ" (یوسف : ۱۰۸)

"کہہ دیجئے کہ یہ میری راہ ہے۔ میں اور میری اتباع کرنے والے علیٰ وجہ البصیرت اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اطاعت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دعوت الی اللہ کے میدان میں مصروفِ عمل ہیں اور وہی اصحابِ بصیرت بھی ہیں۔ یہ بات معروف ہے کہ ہم سب پر واجب ہے کہ ہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور آپؐ ہی کے طریقہ پر چلیں جیسا کہ ارشاد الہٰی ہے :

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝" (الاحزاب : ۲۱)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اس شخص کے لیے کہ جو اللہ اور یوم قیامت کی امید رکھتا ہے۔"

علماء کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ ممالک جہاں دعاۃ کام کر رہے ہوں ان ممالک میں تو عمل دعوت الی اللہ عزّ وجل فرضِ کفایہ ہے۔ بلاشبہ ہر ملک اور ہر خطۂ ارض دعوت و ارشاد کی سرگرمیوں کا محتاج ہے اور جب وہاں کافی حد تک دعاۃ موجود ہوں تو باقی لوگوں سے یہ فرض تو ساقط ہو جاتا ہے البتہ ان کے لیے دعوت کے میدان میں کام کرنا سنت مؤکدہ اور بہت بڑے عمل صالح کا درجہ اختیار کر جاتا ہے۔

اگر کسی ملک یا مخصوص علاقے میں صحیح طور پہ دعوت کا کام جاری نہ ہو اور گناہ عام ہونے لگیں تو وہاں عمل دعوت سب پر واجب ہو جاتا ہے وہاں ہر انسان کا فرض ہے کہ بقدرِ امکان اور حسبِ استطاعت تبلیغ و دعوت کے کام میں حصہ لے۔

عام ممالک میں یہ چیز اشد ضروری ہے کہ وہاں ایک ایسی جماعت ہو جس کا فرض منصبی ہی آباد علاقوں میں لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینا ہو۔ وہ ہر ممکن طریقے سے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچائیں اور اس کے احکام کی وضاحت کریں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور مختلف قبائل کے سرداروں کی طرف قاصدین و دعاۃ بھیجے اور انہیں دعوتی خط لکھے جن میں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا گیا تھا۔

ہمارے موجودہ دور میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دعوت کے کام کو انتہائی آسان فرما دیا ہے اور بکثرت ایسے نئے نئے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں جو پہلے موجود نہ تھے۔

دعوت الی اللہ کے امور آج مختلف جدید طریقے ایجاد ہو جانے کی وجہ سے نہایت آسان ہو چکے ہیں اور لوگوں پر حجت قائم کرنے کے لیے طرح طرح کے ذرائع ابلاغ اور وسائل مثلاً ٹیلیویژن، ریڈیو، اخبارات و رسائل اور دیگر مختلف انداز ممکن ہیں۔ لہٰذا اہلِ علم، اصحابِ ایمان اور خلفاء و وارثانِ مسندِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے کہ وہ شانہ بشانہ ہو کر اس فریضہ کو ادا کریں، اللہ کے بندوں کو اللہ کا پیغام پہنچائیں، اللہ کی طرف دعوت دینے کے معاملہ میں کسی لَومۃ لائم سے نہ ڈریں اور اس سلسلہ میں کسی بڑے وچھوٹے اور امیر و غریب کی پرواہ نہ کریں بلکہ اللہ کے پیغام کو اسی طرح اس کے بندوں تک پہنچائیں جس طرح اللہ نے نازل و مشروع کیا ہے۔

جب آپ کسی ایسے مقام پر رہائش پذیر ہیں جہاں دعوت و تبلیغ کا میدان بالکل خالی ہے۔ کوئی ایک شخص بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری پوری نہیں کر رہا تو وہاں پر آپ کے حق میں یہ کام کرنا عین فرض ہے۔ اور اگر آپ ایسے علاقے میں ہیں جہاں آپ کے سوا ایسا کوئی شخص موجود نہیں۔ جس میں اتنی قوت و سکت ہو کہ یہ کام سرانجام دے سکے اور شریعت الٰہیہ کی تبلیغ کر سکے تو آپ پر واجب ہے کہ اس ذمہ داری کو خود اٹھائیں ہاں اگر کوئی ایسا شخص موجود ہو جو دعوت و تبلیغ اوامرو نہی کے عمل کو نباہ رہا ہو تو ایسے وقت میں آپ کے لیے یہ عمل دعوت سنت کے درجہ تک رہ جائے گا۔ آپ پھر بھی اس کام کو گرم جوشی شوق و ذوق اور بھرپور توجہ کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں تو آپ کا شمار بھلائیوں میں جوش و جذبہ کے ساتھ حصہ لینے اور اطاعت میں سبقت کرنے والوں میں ہوگا۔

دعوت کے فرض کفایہ ہونے کی دلیل و حجت اس ارشاد سے لی گئی ہے:

"وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"

(آل عمران: ۱۰۴)

"تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو بھلائی کی طرف دعوت دے، اچھے کاموں کا حکم کرے اور برُے کاموں سے روکے اور برُے کاموں سے روکے اور وہی کامیابی پانے والے ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر کے دوران جو بحث کی ہے وہ کچھ یوں ہے:

"آپ میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہیئے جو اس امرِ عظیم — دعوت — کو اپنا نصب العین بنائے لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اس کے دین کو پھیلائے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کی تبلیغ کرے۔"

یہ بات بھی معروف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی اور مکہ مکرمہ میں اس کام کو حسب ہمت و استطاعت سرانجام دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی حتی المقدور محنت کی۔ پھر جب انہوں نے ہجرت کی تو پہلے کی نسبت زیادہ گرم جوشی اور لگن سے دعوت و تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ اور جب رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مختلف ممالک میں پھیلے تو انھوں نے حسبِ طاقت اور بقدرِ علم اس عمل دعوت کو جاری رکھا۔

جب داعیان الی اللہ کی کمی، برائیوں کی کثرت اور جہالت کا زور ہو جیسا کہ موجودہ دور کی حالت ہے، تو دعوت کا کام ہر ایک پر بقدرِ استطاعت فرض عین ہے۔

جب مقام ایسا ہو مثلاً شہر یا قصبہ وغیرہ ہے اور وہاں ایسے اشخاص موجود اور دعوت و تبلیغ دین کی ذمہ داری بناہ رہے ہوں اور کافی حد تک اس کام میں مصروف ہوں تو ان کے علاوہ دیگر عوام پر یہ کام سنت کی حد تک رہ جاتا ہے، کیونکہ دوسرے کے ہاتھوں حجت قائم اور اللہ کا حکم و دین نافذ ہو چکا ہے۔

لیکن اللہ کی باقی ماندہ زمین اور بقیہ لوگوں کی نسبت علماءِ امت اور ذمہ دار افراد و رؤسا پر حسبِ ہمت و طاقت واجب ہے کہ وہ بھی اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت میں اپنی توانائیوں کو بروئے کار لائیں کیونکہ طاقت و قدرت کی حد تک یہ تبلیغ ان کا فرض عین ہے۔

ان سطورِ بالا سے معلوم ہوا کہ دعوت کا فرضِ عین اور فرضِ کفایہ ہونا ایک نسبتی امر ہے یہ مختلف نسبتوں کی وجہ سے مختلف ہو جاتا ہے۔ پس اقوام و اشخاص کی نسبت سے دعوت کا کام ان کا فرض عین ہے اور اشخاص و اقوام کی نسبت سے ہی ان کے لیے اس وقت سنت ہے جب ان کے مقام و علاقہ میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو

اس فریضہ کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہو۔ وہ ان سے کفایت کر گیا۔

حکام اور وسیع قدرت و استطاعت رکھنے والے افراد (افسران) پر یہ زیادہ واجب ہے اور ان کا فرض ہے کہ وہ دین الٰہی کی تبلیغ کریں اور دعوت کے دائرہ کو حسب الامکان ہر اس علاقے اور ملک تک وسیع کریں جہاں تک ان کا اثر و رسوخ اور بس چلتا ہے، اس کے لیے وہ ہر ممکن طریقہ اختیار کریں اور لوگ جتنی زبانیں بولتے ہیں ان سب کو استعمال میں لائیں۔ ان پر واجب ہے کہ وہ ان تمام زبانوں میں اللہ کے احکام کی تبلیغ کریں۔ یہاں تک کہ اللہ کا دین ہر ایک تک اس کی زبان میں پہنچ جائے اس کی زبان عربی ہو یا کوئی دوسری یہ کام آج بڑے طریقوں سے ممکن ہو چکا ہے جن کا ذکر گزر گیا ہے مثلاً ٹیلیویژن، ریڈیو، صحافت اور ذرائع ابلاغ و نشریاتی ادارے وغیرہ۔ جو آج میسر ہیں مگر گزشتہ زمانے میں موجود ہی نہ تھے۔

ایسے ہی واعظین اور خطباء پر واجب ہے کہ کانفرنسوں، جلسوں، جمعہ کے خطبات اور تمام اجتماعات میں حسب استطاعت اللہ کے دین کی تبلیغ کریں، طاقت و علم کے مطابق دین الٰہی کی نشر و اشاعت کا اہتمام کریں۔ تباہ کن اور مخرب الاخلاق نظریات کے انتشار، الحاد و لادینیت، رب کائنات اور رسالت کے انکار، آخرت کے انکار اور اکثر ممالک میں کرسچن مشنری کے انتشار اور دیگر گمراہ کن دعوتوں کے پیش نظر موجودہ دور میں دعوت الی اللہ عزوجل اور تبلیغ دین تمام لوگوں پر فرض اور تمام علماء اور دیندار حکام پر واجب ہو چکی ہے۔ ان سب کا فرض ہے کہ وہ بقدر ہمت اور حسب امکان کتابت، مضمون نگاری اور خطابت و مقالہ نویسی سے اللہ کے دین کی تبلیغ کریں۔ ریڈیو اور دیگر تمام دستیاب وسائل و ذرائع کو بروئے کار لائیں۔ اس فریضہ سے پہلوتہی نہ کریں اور نہ ہی زید و بکر کے بھروسہ پر ہاتھوں پہ ہاتھ رکھے بیٹھ رہیں۔

کسی بھی گزشتہ زمانے کی نسبت موجودہ دور میں اس عظیم فریضہ اور ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لیے باہمی تعاون و اشتراک اور شانہ بشانہ چلنے کی اشد ضرورت ہے۔ کیوں کہ دشمنان خدا نے اتحاد و اتفاق اور ہر وسیلہ و طریقہ سے باہمی تعاون کر کے اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنے اور اس کے دین میں شکوک و شبہات پیدا کرنے شروع کر رکھے ہیں۔ اور لوگوں کو ایسے امور کی طرف دعوت

دے رہے ہیں جو انہیں اللہ کے دین سے نکال دیں۔ لہذا تمام اہل اسلام پر واجب ہے کہ وہ ان گمراہ کن اور ملحدانہ سرگرمیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے، اسلامی اخلاق و نظریات پھیلانے اور اسلامی دعوت کو ہر طبقہ زندگی اور شعبۂ حیات میں عام کرنے کے لیے بھرپور جوش و جذبہ سے اٹھ کھڑے ہوں۔ تمام ذرائع ابلاغ و نشریاتی وسائل اور ہر ممکن طریقہ سے کام لیں۔ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو فرض عائد کیا ہے۔ اس کی ادائگی کی یہی ایک شکل ہے۔

قارئین کرام

ترجمان الحدیث کے دفتر کا نیا پتہ نوٹ فرمالیں؛

ماہنامہ "ترجمان الحدیث"

۳۵ شاہ جمال کالونی لاہور